تحقیق وتنقید

تدوینِ قرآن اور صحفِ صدیقی

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے مشورے پر خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگِ یمامہ (۱۲ھ/۶۳۳ء) کے معاً بعد قرآن مجید کے منتشر اور بکھرے ہوئے تحریری سرمایہ کو کاتبِ نبوی حضرت زید بن ثابت خزرجیؓ کے ذریعہ ایک جگہ جمع کرایا۔ امام بخاریؒ اور دوسرے محدثین کرام کے علاوہ متعدد دوسرے ماہرینِ فن کے مطابق اس میں قرآن مجید کی تمام آیاتِ کریمہ حرف بہ حرف لکھی ہوئی تھیں، مگر وہ مختلف چیزوں- چھال، کاغذ، پتھر کی تختیوں، اونٹ کی کھال وغیرہ- پر لکھی ہونے کے سبب بکھری ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ زبانی طور پر پورا قرآن مجید بہت سے باصفا سینوں میں بھی محفوظ تھا۔

احادیث وروایات کے مطابق حضرت زید بن ثابتؓ نے اس پہاڑ جیسے کارِ عظیم کو مختصر مدت میں اوراق وقراطیس پر جمع کردیا۔ ظاہر ہے کہ ان میں کاغذ (اوراق) کے علاوہ دوسری چیزوں پر جو آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں ان کو انھوں نے اپنے قلم سے کاغذوں پر لکھا تھا۔ ابھی تک کی معلومات کے مطابق ان ہی کی تن تنہا ذاتِ گرامی نے یہ کارنامہ انجام دیا۔ روایات میں کہیں سراغ لگتا ہے نہ کوئی قرینہ پایا جاتا ہے کہ ان کے اس کارِ عظیم میں کچھ معاونین بھی تھے، لیکن امکان بہرحال ہے۔ امام بخاریؒ کی حدیث: ۴۹۸۶ میں صرف انہی کی کاوش کا ذکرِ خیر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی اپنی تشریح میں کسی مدد کی نشان دہی نہیں کی ہے۔[۱]

صحفِ صدیقی

حدیث نبوی میں ان کو 'صحف' (صحیفوں) کا نام دیا گیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی تشریح کے مطابق وہ منتشر اوراق (الاوراق المجرّدة) تھے۔ مصحف اور صحف کا فرق بتاتے ہوئے حافظ موصوف نے لکھا ہے کہ مصحف تو سورتوں کی ترتیب کے مطابق اور بشکل کتاب ہوتا ہے، جب کہ صحف منتشر اوراق ہیں جن میں سورتیں ترتیب کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کردی گئی تھیں۔۲ یہی صحفِ صدیقی ہیں۔

ان کو 'صحفِ صدیقی' کہنا اس لیے بھی مناسب وموزوں معلوم ہوتا ہے کہ خلیفۂ وقت کے حکم سے قرآن کریم کو اوراق وقراطیس میں جمع کر کے محفوظ کردیا گیا تھا۔ بعض روایات میں ان کو صحیفہ بھی کہا گیا ہے، لیکن واحد بول کر جمع مراد لی گئی ہے۔ دوسری تاریخی اور واقعاتی سند یہ ہے کہ انہی 'صحف صدیقی' کی بنا پر حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے عہدِ خلافت میں مصحف اور مصاحف تیار کیے گئے تھے، جن کی تعداد مختلف روایات میں مختلف آئی ہیں، لیکن سات مصاحف کی روایت کو سب سے معتبر کہا گیا ہے۔ ان مصاحف کو حضرت عثمانؓ کے نامِ نامی سے موسوم کر کے 'مصاحفِ عثمانی' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

'صحفِ صدیقی' سرکاری دستاویزات تھیں، لہٰذا خلیفۂ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس محفوظ رہیں۔ ان کی وفات کے بعد وہ 'صحفِ صدیقی' ان کے جانشین خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کی تحویل میں آئے کہ خلافتی میراث تھے۔ روایات کے مطابق حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد وہ ان کی صاحب زادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کی تحویل میں چلے گئے۔ یہ خاصی تعجب انگیز بات ہے، کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کی ذاتی میراث نہ تھی کہ ان کے بعد ترکہ ان کی دخترِ بلند اختر کو ملتا۔ اِس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کی وصیت کے سبب وہ حضرت ام المومنینؓ کی تحویل میں دیے گئے تھے۔

غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کے جانشین خلیفۂ سوم کا

انتخاب نہیں ہوسکا تھا۔ لہٰذا تیسرے خلیفہ کے انتخاب تک انھیں حفاظت کے مقصد سے حضرت حفصہؓ کے حوالے کر دیا گیا۔ حیرت انگیز بات ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی جانشینی اور بطور خلیفۂ سوم تقرری کے بعد بھی وہ 'صحفِ صدیقی' انہی ام المومنین کی تحویل میں رہے اور خلیفۂ وقت و حاکم امیر المومنین کو وہ اہم ترین سرکاری دستاویزات نہیں دی گئیں۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ام المومنین سے ان کا مطالبہ بھی نہیں کیا۔ یہ ابھی تک ایک تاریخی گتھی ہے جسے حل کرنا باقی ہے۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحفِ عثمانی لکھوانے کے لیے حضرت حفصہؓ سے صحفِ صدیقی بھیجنے کی درخواست کی تو بعض روایات کے مطابق ام المومنین نے خلیفۂ سوم کو اس شرط پر ارسال فرمائے کہ مصاحفِ عثمانی کی تدوین کے بعد وہ صحفِ صدیقی ان کو واپس کر دیے جائیں گے۔[۳] حضرت حفصہؓ کو 'صحفِ صدیقی' اپنی تحویل میں رکھنے پر اصرار کیوں تھا، جب کہ وہ ان کی ذاتی میراثِ پدری نہ تھے، بلکہ سرکاری دستاویزات تھے؟

دیگر مصاحفِ صحابہ کا انجام

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے صحابۂ کرام کے دیگر مصاحف کو نابود کروا دیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس کارِ عظیم پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا اور مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر آج بھی اپنے اپنے اعتراضات والزامات سے فارغ نہیں ہوسکے۔ دیگر مصاحف کے بارے میں حضرت عثمان کی حکمت مؤمنانہ تھی اور حکیمانہ بھی۔[۴]

امام بخاریؒ کی روایتِ حدیث (۴۹۸۷) میں آخری جملہ ان دوسرے مصاحفِ قرآنی سے متعلق یہ آتا ہے:

و امر بما سواه من القرآن فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق۔[۵]	حضرت عثمانؓ نے مصحفِ عثمانی کے سوا تمام صحیفوں یا مصاحف کے بارے میں جن میں قرآن موجود تھا حکم دیا کہ وہ جلا دیے جائیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تشریح میں دوسرے مصاحف کے جلا دینے کے معاملہ سے بحث کی ہے۔ اکثر روایتوں میں یہی آتا ہے کہ ان کو جلا دینے کا حکم دیا گیا اور وہ جلا دیے گئے۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ ان کو مٹاڈالا گیا یا دھوڈالا گیا یا پھاڑ ڈالا گیا، یا محو کر ڈالا گیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان مختلف روایات میں حسب عادت تطبیق دی ہے کہ پہلے مٹایا گیا، پھر دھویا گیا، پھر پھاڑا گیا اور پھر جلایا گیا۔ غرض کہ ان دیگر مصاحف کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

نذرِ آتش کرنے (احراق) کی روایات کثرت سے بھی ہیں اور زیادہ معتبر بھی اور بعض اہم بزرگوں سے مروی بھی۔ حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ سے حضرت سوید بن غفلہؓ صحابی کی روایت میں بہت اہم تبصرہ اور حقیقت کا اضافہ ملتا ہے۔ حضرت موصوف فرماتے تھے کہ دیگر مصاحف کو جلا دینے کے معاملے میں حضرت عثمانؓ کی بابت خیر کے سوا کچھ نہ کہو (**لا تقولوا لعثمان فی احراق المصاحف الا خیراً**)۔ مصعب بن سعد کی روایت میں آتا ہے کہ جس وقت حضرت عثمانؓ نے دوسرے مصاحف جلائے اس وقت لوگ بڑی تعداد میں موجود تھے۔ انھیں یہ طریقہ پسند آیا (یا کہا کہ) ان میں سے کسی نے نکیر نہیں کی (**ادرکت الناس متوافرین حین حرق عثمان المصاحف، فاعجبهم ذلک - او قال - لم ینکر ذلک منهم احد**) حضرت عثمانؓ کا یہ طریقہ سنت بن گیا کہ بہت سے ائمہ کرام جیسے حضرت عروہ بن زبیرؓ اور حضرت طاؤسؒ وغیرہ ایسے تمام خطوط (الرسائل) اور کاغذات کو جلا دیتے تھے جن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوتی تھی، کیونکہ ان کو رکھنے میں یا محفوظ کرنے میں قباحت تھی اور بسملہ اور نام الٰہی کی توہین کا خدشہ تھا۔ آج بھی یہی طریقہ رائج ہے، اگرچہ بعض علماء نے اسے ناپسند کیا ہے۔[٦]

دوسرے صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے مصاحف کو جلا دینے کے پیچھے یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ ان کے اندر قراءت کے بہت سے اختلافات پائے جاتے تھے۔ ان اختلافات کے نتیجے میں گروہ بندیاں ہونے لگی تھیں اور بات تکفیر تک جا پہونچی تھی۔ اس سے زیادہ اہم حکمت یہ تھی کہ قرآن مجید میں اختلاف ہونے لگا تھا اور صحابۂ کرامؓ کو فکر

ہو چلی تھی کہ مسلمان بھی یہود و نصاریٰ کی مانند کتابِ الٰہی کو لفظی و معنوی تحریفات تک نہ پہونچا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے اسی مقصدِ عظیم کی خاطر کہ کتابِ الٰہی میں کسی اختلاف کی گنجائش نہ رہ جائے، ایک طرف تو سات مصاحف عثمانی تیار کرا کے تمام بلادِ اسلامی میں پھیلا دیے اور ان کو معیاری مصحف قرار دے کر صرف انہی کی نقول کرنا لازمی قرار دیا، دوسری طرف ایسے تمام نسخوں اور صحیفوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا جو معیاری قرآن مجید کے نسخہ سے مختلف تھے، تاکہ امت اسلامی کتاب اللہ پر متحد و متفق رہے، اختلاف سے بچے اور ایک قرآن کی پابند رہے۔ یہ کارنامۂ عظیم تھا جس نے وحدتِ کتابِ الٰہی کے ذریعہ وحدتِ امت اور اتحادِ اسلامی کی راہ ہموار کی۔ آج اس کے سبب ایک شوشہ کا بھی فرق ممکن نہیں۔

حضرت مروان امویؓ کا کارنامہ

شرط کے مطابق اور حضرت ام المومنین حفصہؓ کی دل جوئی میں حضرت عثمانؓ نے مصاحف عثمانی کی تدوین و ترتیب کے بعد 'صحفِ صدیقی' ام المومنین کی خدمتِ گرامی میں واپس بھیج دیے کہ یہی شرطِ وفاداری و استواری تھی۔ مصاحفِ عثمانی کی تدوین و ترتیب حضرت عثمانؓ کی خلافتِ راشدہ کے اولین دو تین برسوں کے اندر اندر مکمل ہوگئی تھی، لہٰذا یہ صحفِ صدیقی حضرت حفصہؓ کے پاس پورے دس سال خلافت عثمانی میں، لگ بھگ پانچ سال خلافت مرتضوی میں اور خلافت حضرت معاویہؓ کے اولین برسوں تک موجود اور محفوظ رہے۔

حضرت مروان بن حکم امویؓ امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی کے عہدِ خلافت میں مدینہ منورہ کے گورنر (والی) بنے۔ ان کا تقرر بطور امیرِ مدینہ ۴۳ تا ۴۸ میں ہوا تھا اور یہ پہلا تقرر تھا۔ وہ بعد میں بھی گورنر ہوئے۔ اپنی امارتِ مدینہ کے دوران حضرت مروان بن حکمؓ نے حضرت حفصہؓ سے صحفِ صدیقی بھیجنے کی درخواست کی، جن سے خلافت عثمانی میں قرآن لکھا گیا تھا، مگر ام المومنین نے انھیں حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ روایت کے دروبست سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مروانؓ برابر ان سے صحفِ صدیقی کی حوالگی کا مطالبہ کرتے رہتے تھے اور حضرت حفصہؓ برابر انکار فرماتی رہیں۔ ے یہ روایت ابو

عبید اور ابن ابی داؤد کی ہے جو شعیب نے حضرت امام زہری سے نقل کی ہے اور امام موصوف کو حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کی تھی۔ حضرت سالمؒ حضرت حفصہؓ کے بھتیجے تھے۔

روایت میں مزید صراحت ہے کہ حضرت حفصہؓ نے اپنی وفات تک 'صحفِ صدیقی' اپنی تحویل میں رکھے اور حوالے کرنے سے انکار کیا۔ حضرت حفصہؓ کی وفات صحیح روایت کے مطابق شعبان ۴۵ھ/ نومبر ۶۶۵ء میں ہوئی۔ حضرت مروانؓ نے بطور امیر مدینہ ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کے جنازے کی مشایعت کی اور جنت البقیع میں ان کی تدفین میں حصہ لیا۔[۸]

روایتِ مذکورہ بالا کے دوسرے حصے میں صراحت ہے کہ حضرت حفصہؓ کی تدفین کے معاً بعد حضرت مروان امویؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بڑی تاکید اور سختی کے ساتھ مطالبہ کیا کہ وہ ان صحف صدیقی کو فوراً ان کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان صحف صدیقی کو فوراً امیرِ مدینہ حضرت مروان بن حکم امویؓ کے پاس بھیج دیا۔[۹]

صحفِ صدیقی کے باب میں روایتِ بالا کا تیسرا حصہ بہت مختصر بھی ہے اور بہت اہم بھی۔ اس میں ہے کہ جیسے ہی وہ صحف حضرت مروانؓ کے پاس پہونچے، انھوں نے حکم دیا کہ وہ پھاڑ ڈالے جائیں، چنانچہ وہ پرزہ پرزہ کر دیے گئے۔ حضرت مروان امویؓ نے اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ مجھے خدشہ تھا کہ اگر لوگوں پر زیادہ وقت گزر گیا تو ان صحف صدیقی کے باب میں کوئی شبہ کرنے والا شک وشبہ کی فضا نہ پیدا کر دے۔[۱۰]

ابوعبیدہ کی روایت میں ہے کہ وہ صحف پارہ پارہ کر دیے گئے (فمزّقت)۔ ابوعبیدہ کا تبصرہ اس روایت پر یہ ہے کہ اس روایت کے سوا یہ نہیں سنا گیا کہ حضرت مروانؓ نے ان صحف (صحیفوں) کو پارہ پارہ کروادیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس بیان وتبصرہ پر اضافہ فرمایا ہے کہ ابن ابی داؤد نے یونس بن یزید کی وساطت سے ابن شہاب سے اسی جیسی روایت نقل کی ہے۔ انھوں نے روایتِ مذکورہ کو مختصراً نقل کر کے آخر میں یہ کہا ہے کہ حضرت مروان نے ان کو پھاڑا بھی اور جلایا بھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت میں ہے کہ ان کو

پوری طرح سے دھوڈالا۔ اور ابن ابی داؤد کی روایتِ مالک از امام زہری میں ہے کہ حضرت مروانؓ نے ان صحف کو لے لیا اور جلا ڈالا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی عادتِ تطبیق کے مطابق لکھا ہے کہ ان تمام روایت کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مروانؓ نے ان صحف صدیقی کے بارے میں تمام کام کیے۔ پہلے ان کو پھاڑا، پھر دھویا، پھر جلایا یا ان کو ختم کرنے کے تمام مراحل سے ان کو گزار دیا۔[۱۱]

یہ وضاحت پیچھے گزر چکی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے دوسرے غیر سرکاری مصاحف کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان امویؓ نے یہی عمل فرمایا تھا۔ روایات کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان مصاحف کو دھوڈالا تھا، پارہ پارہ کر ڈالا تھا اور جلا ڈالا تھا۔ گویا کہ ان کو نابود کرنے کی ہر ممکن سعی کی تھی۔ ان کے بعد حضرت مروان امویؓ نے بھی ان کی حکمتِ عملی کی پوری پوری پیروی کی، تاکہ ان میں سے کسی شے کے کسی شخص کے لیے باقی رہنے کا خطرہ نہ رہے اور وہ پوری طرح سے معدوم وفنا ہوجائے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی یہی صراحت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں سوائے صحفِ صدیقی کے تمام مصاحف مٹا ڈالے گئے تھے۔ حضرت مروانؓ نے حضرت حفصہؓ کی وفات کے بعد صحفِ صدیقی کو بھی پوری طرح فنا کر دیا، تاکہ خطرات وخدشات کا امکان بھی باقی نہ رہے۔[۱۲]

تجزیاتی اختتامیہ

حافظ ابن حجرؒ کے آخری تبصرہ میں حضرت مروان بن حکم امویؓ کے کارنامے کی حکمت ومصلحت پوشیدہ ہے۔ تمام مصاحفِ قرآنی کے فنا ہونے کے بعد صرف مصحفِ عثمانی کی صورت میں قرآن مجید کا مستندترین متن مقدس محفوظ ہوگیا تھا اور اس پر صحابۂ کرام کا اجتماع واجماع اور اتفاق تھا، حتی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے صحابۂ کرام کو بھی، جن کو اپنے ذاتی مصاحف کی تلفی کا شدید غم اور حضرت عثمانؓ سے بہت شکوہ تھا، مصاحف عثمانی کی صورت میں اتحادِ امت اور وحدتِ قرآن کی حکمت سمجھ میں آگئی تو ان کا شکوہ جاتا رہا اور وہ بھی متفق ہوگئے۔

معیاری، مستند اور متفقہ مصحفِ قرآن کی تیاری و نفاذ کے بعد صرف صحفِ صدیقی ایسے سرکاری صحیفے باقی بچے تھے جو مصحفِ عثمانی کے سوا تھے۔ اگرچہ ان میں اصل قرآن کے خلاف کوئی چیز موجود نہ تھی کہ مصحفِ عثمانی انھیں پر مبنی کر کے لکھے اور مدوّن کیے گئے تھے۔ تاہم اس کا بہرحال امکان تھا کہ ان میں بعض کلمات وعبارات، طرزِ تحریر، رسمِ خط یا املا میں اختلاف ہو اور انھیں مستند و معیاری قرآن کے خلاف بطور سند پیش کیا جائے۔ اس سے زیادہ یہ خدشہ اور خطرہ تھا کہ بعض لوگ مہم چلائیں کہ صحفِ صدیقی میں مستند مصحفِ عثمانی کے خلاف کچھ چیزیں ہیں۔

حضرت مروان بن حکم اموی ؓ کا 'صحفِ صدیقی' کو نیست و نابود کرنا بعض جدید ذہنوں کو ناگوار و ناپسند ہے یا گذر سکتا ہے، جس طرح مستشرقین اور جدید قلم کاروں نے دیگر صحابۂ کرام کے مصاحفِ قرآنی کی بربادی پر ماتم کیا ہے اور اس کے ذریعہ حضرت عثمان ؓ کے خلاف مہم چلائی ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ صحابۂ کرام کا مصحفِ عثمانی پر اتفاق نہیں ہوسکا تھا۔ اس طرح انھوں نے اتحادِ امت، اجماعِ صحابہ اور وحدتِ قرآن کو پارہ پارہ کرنے کی سعی کی ہے۔ حضرت عثمان ؓ کا کارنامہ قرآن مجید کی حفاظت کے وعدۂ الٰہی کی انسانی صورت تھی اور حضرت مروان ؓ کا کارنامہ اس وعدۂ الٰہی کی تکمیل تھی۔ انہی کے اقدام و ہمت اور دینی بصریت کے سبب ہمارا قرآن ایک ہے۔

حواشی و مراجع

۱؎ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، فتح الباری، ۹/۱۴-۱۵ اور ۱۸-۲۱ بالخصوص

۲؎ ...أن الصحف الاوراق المجردة التی جمع فیها القرآن فی عهد ابی بکر وکانت سورا مفرقة، کل سورة مرتبة بآیاتها علی حدة لکن لم یرتب بعضها اثر بعض، فلما نسخت ورتب بعضها إثر بعض صارت مصحفا ... فتح الباری، ۹/۲۴۔

۳ **فارسل عثمان الی حفصة فطلبها فأبت حتی عاهدها لیردّنّها الیها، فنسخ منها ثم ردها، فلم تنزل عندها ..** ، فتح الباری۹/ ۲۶

۴ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر اسماعیل احمد الطحان کا مضمون، اردو ترجمہ از محمد رضی الاسلام ندوی، بعنوان 'تاریخ تدوین وجمع قرآن' تحقیقاتِ اسلامی، علی گڑھ، جولائی تا ستمبر، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۳ء

۵ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، فتح الباری ۹/ ۲۸

۶ فتح الباری۹/ ۲۷

۷ **'کان مروان یرسل الی حفصة– یعنی حین کان امیر المدینة من جهة معاية– یسألها الصحف التی کتب منها القرآن فتابی ان تعطیه...'** ، ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹/ ۲۶

۸ ابن سعد، طبقات، ۸/ ۶۰، اصابہ ۴/ ۲۶۵، مقالہ حفصہ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور

۹ **'قال سالم: فلما توفیت حفصة ورجعنا من دفنها ارسل مروان بالعزیمة الیٰ عبدالله بن عمر لیرسلن الیه تلک الصحف، فارسل بها الیه عبدالله بن عمر...'** ، فتح الباری، حوالہ بالا

۱۰ **'... فامر بها مروان فشققت وقال: انما فعلت هذا لانی خشیت ان طال بالناس زمان ان یرتاب فی شان هذه الصحف مرتاب'**، فتح الباری، حوالہ بالا

۱۱ فتح الباری، ۹/ ۲۶-۲۷

۱۲ **'ولهذا استدرک مروان الامر بعدها و اعدتها ایضا خشیة ان یقع لاحد منها توهم ان فیها ما یخالف المصحف الذی استقر علیه الامر...'** ، فتح الباری، ۹/ ۲۷-۲۸